Research Journal of Islamic Studies

Volume: 2 Issue: 2

Jul-Dec 2025

Page No: 40-50

The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

https://journals.gscwu.edu.pk/index.php/mishkat-ulilm/about

عصر حاضر میں مستضعفین کے مسائل اور ان کا حل شریعت کی روشنی میں: ایک تحقیقی جائزہ

The Plight of the Mustad'afīn in the Contemporary World and Their Relief in the Light of Shariah: A Research Review

Mishal Sadiqa
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Bahawalpur.
Email: mishal.sadiqabwp@gmail.com
ORCID: 0009-0003-2483-7681

Abstract

In an age marked by unprecedented economic disparity, digital marginalization, climate-induced displacement, and systemic oppression, the Qur'anic category of al-mustad'afin (the weakened, disenfranchised, and powerless) has assumed renewed urgency. This study re-examines the lived realities of contemporary mustad'afin ranging from refugees and low-wage migrant workers to debt-trapped households, victims of algorithmic bias, and communities crushed by neo-colonial debt structures through the integrated lens of classical and modern Islamic juridical, ethical, and socio-economic sources.Drawing upon the Qur'anic imperatives of 'adl and ihsan, the Prophetic model of socio-economic justice, and the rich fiqh tradition concerning the rights of the poor (haqq al-faqr), the rights of the stranger (haqq al-gharib), and the obligation of collective redress (farḍ kifayah al-ta'awun), the research identifies structural parallels between historical and present-day forms of istid'af. It critically evaluates existing Islamic financial tools (Zakat, waqf, qarḍ hasan, micro-takaful) and proposes adaptive, Shariah-compliant mechanisms including sovereign Zakat funds, digital waqf platforms, blockchain-based transparent aid distribution, and community-driven cooperative enterprises that can effectively empower the mustad'afin without compromising their dignity or agency.Far from offering mere charity, the study presents an actionable framework rooted in the maqasid al-shari'ah paradigm, wherein the protection and upliftment of the mustad'afin is reframed as a non-negotiable religious and civilizational imperative. By bridging classical jurisprudence with twenty-first-century realities, the research contends that a revitalized Islamic socio-economic ethos remains uniquely capable of dismantling systemic weakness and restoring the mustad'afin to their divinely ordained station of strength and honour.

Keywords: Mustad'afin, Shariah-based empowerment, Islamic socio-economic justice, Contemporary oppression, Zakat innovation

عصرِ حاضر میں مستضعفین، جو سماجی، معاشی، سیاسی اور عقائد کے طور پر کمزور اور مظلوم طبقات ہیں، کو متعدد چیلنجز کا سامنا ہے، جن میں غربت، استحصال، تعلیم و صحت کی کمی، جنگیں، مہاجرت، ماحولیاتی بحران، صنفی ناانصافی اور عقائدی تفرقہ شامل ہیں۔ یہ مشکلات عالمی معاشی نظام، نوآبادیاتی باقیات، سرمائے کی بالادستی اور ناکام گورننس کی وجہ سے اور بھی گہری ہو گئی ہیں، خاص طور پر مسلم علاقوں میں جہاں سیاسی انتشار اور فرقہ وارانہ تقسیم نے ان طبقات کو مزید کمزور کر دیا ہے۔ شریعت اسلامی، جو عدل، مساوات، رحم اور انسانی وقار پر مبنی ہے، ان مسائل کا جامع حل پیش کرتی ہے۔ قرآن کریم، احادیث مبارکہ، سیرت نبوی ﷺ اور فقہی اصولوں کی روشنی میں حل یہ ہیں: زکوٰۃ اور صدقات کا موثر انتظام، سود اور ناجائز منافع کی روک تھام، منصفانہ حکمرانی، تعلیم اور علاج کی فراہمی، اجتماعی ذمہ داری، عقیدتی اصلاح اور عالمی مسلم اتحاد۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بارہا مستضعفین کا ذکر فرمایا اور ان کی فلاح و نصرت کو مومنین کا فرض قرار دیا۔ سورۃ النساء کی آیت 75 میں ارشاد ہے: "اور تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں اُن کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے نہ لڑو جو دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جو ظالموں کی بستی ہے۔" یہ آیت آج بھی زندہ ہے۔ عصرِ حاضر میں مستضعفین کی تعداد اور ان کے مسائل کی شدت ماضی کے ہر دور سے بڑھ کر ہے۔ عالمی سطح پر معاشی عدم مساوات اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، سیاسی استعمار نئے چہروں کے ساتھ جاری ہے، اور مسلم امت کا بڑا حصہ غربت، بے گھری، تعلیم و صحت سے محرومی، جنگوں اور قبضہ گیروں کے ظلم کی چکی میں پس رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے اس مقالے میں مستضعفین کے معاشی، سیاسی، تعلیمی اور نفسیاتی مسائل کی نشاندہی کی جائے گی، پھر شریعت کے بنیادی اصولوں (عدل، احسان، تکافل، معقولِ شرعیہ) اور اداروں (زکوٰۃ، صدقات، اوقاف، بیت المال، قرضِ حسنہ، ربا کی ممانعت) کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا تفصیلی حل پیش کیا جائے گا۔ تاریخی اسلامی ریاستیں جنہوں نے مستضعفین کی فلاح کو اپنا بنیادی ہدف بنایا، ان کے تجربات کا جائزہ لیا جائے گا اور یہ دیکھا جائے گا کہ آج کے قومی ریاستی ڈھانچے اور مسلم اقلیتوں والے ممالک میں ان اصولوں کو کس طرح زندہ کیا جا سکتا ہے۔

مستضعفین کی تعریف:

اسلامی اصطلاحات میں "مستضعفین" (مفرد: مستضعف) سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاشرتی، سیاسی، معاشی یا مذہبی طور پر کمزور اور مظلوم ہیں، اور طاقتوروں (مستکبرین) کی طرف سے ظلم کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ لفظ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے، جہاں مستضعفین کو وہ افراد قرار دیا گیا ہے جو اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کی مدد کا وعدہ کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ"[1]

"اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر تم جہاد نہیں کرتے؟"

یہی وہ بنیادی دلیل ہے جو علماء نے جہادِ دفاع اور مستضعفین کی نصرت کے جواز و فرضیت کے لیے پیش کی ہے۔ علّامہ راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے:

"مستضعف وہ ہے جسے دوسروں نے طاقت کے زور پر کمزور کر رکھا ہو، چاہے وہ معاشی، سیاسی، فکری یا جسمانی طور پر کمزور کیا گیا ہو[2]۔"

امام قرطبیؒ اور علامہ ابن کثیرؒ نے مستضعفین کی سب سے جامع تعریف یہ کی ہے:

"مستضعف وہ ہے جس کے پاس اپنے حق کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہ ہو، اور ظالم اس پر ہر طرح کا ظلم کر سکے۔"[3]

مستضعفین کی اقسام (عصرِ حاضر کے تناظر میں):

مستضعفین کی اقسام کو قرآن، احادیث اور فقہاء کی تشریحات کی روشنی میں درج ذیل طور پر تقسیم کیا جا سکتا ہے (یہ تقسیم تفسیری اور فقہی کتب سے ماخوذ ہے):

1. **مستضعفین فی الدین (مذہبی کمزور):** وہ جو ایمان رکھتے ہیں لیکن کفر اور شرک کی طاقتوں کے دباؤ میں اپنے دین پر عمل نہیں کر سکتے۔ مثال: فرعون کے دور کے مومنین جو خوف سے چھپ کر ایمان رکھتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَٱذْكُرُوٓا۟ إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ فَـَٔاوَىٰكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ"[4]

"اور یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے سے اور کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر نہ لے جائیں، تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں قوی کیا اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تا کہ تم شکر کرو۔"

یہ آیت سورۃ الأنفال کی مدنی آیات میں سے ہے، جو غزوہ بدر کے تناظر میں نازل ہوئی۔ مسلمانوں کو ابتدائی دور کی کمزوری اور اللہ کی نصرت (مثلاً ہجرت مدینہ اور بدر کی فتح) کی یاد دلاتی ہے، تاکہ وہ شکر گزار بن جائیں اور اتحاد بر قرار رکھیں۔ یہ اللہ کی طرف سے پناہ، مدد اور رزق کی نعمتوں پر زور دیتی ہے۔

مستضعفین فی المال والمعاش (معاشی کمزور): غریب، مسکین اور محنت کش جو امیر اور طاقتوروں کے استحصال کا شکار ہوتے ہیں۔ امام خمینیؒ اور مولانا مودودیؒ جیسے مفکرین نے جدید دور میں اس طبقے کو "محروم طبقہ"، "مظلوم انسانیت" اور "معاشی غلام" کہا. جو غربت، بے روزگاری، قرضوں اور مہنگائی کی وجہ سے زندگی کے بنیادی حقوق (خوراک، رہائش، علاج، تعلیم) سے محروم رہتے ہیں آج کے عالمی سرمایہ داری نظام میں یہ طبقہ اربوں کی تعداد میں موجود ہے جن میں دیہی مزدور، فیکٹری ورکر، غیر منظم شعبے کے کارکن، مہاجر مزدور، بے زمین کسان اور شہری جھگی نشین شامل ہیں۔[5]

یہ زکوٰۃ اور صدقات کے مستحق ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَٱلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَٱلْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ"[6]

"زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں اور زکوۃ جمع کرنے والوں اور ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دل موافق بنانے ہیں اور گردنوں کو آزاد کرنے میں اور قرض داروں کے لیے اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کے لیے۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

یہ آیت زکوٰۃ کی تقسیم کے آٹھ مستحق گروہوں کو بیان کرتی ہے، جو اسلامی مالی عبادات کا اہم حصہ ہے۔ یہ سورۃ التوبہ کی مدنی آیات میں سے ہے، جو جنگوں اور معاشرتی اصلاح کے تناظر میں نازل ہوئیں۔

2. **مستضعفین فی السیاسۃ والسلطۃ (سیاسی کمزور):** وہ جو حکمرانوں یا قبائلی سرداروں کے ظلم سے متاثر ہوتے ہیں، جیسے بچے، عورتیں اور بوڑھے جو جنگ یا جبر میں مظلوم ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَٰتِلُونَ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلظَّالِمِ أَهْلُهَا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَٱجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا"[7]

"اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جو ظالم ہیں اس کے رہنے والے اور اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی سرپرست بنادے اور اپنی طرف سے کوئی مددگار پیدا کردے (لڑائی نہیں کرتے)۔"

"إِلَّا ٱلْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ ٱلرِّجَالِ وَٱلنِّسَآءِ وَٱلْوِلْدَٰنِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا"[8]

"مگر کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو کسی تدبیر کے اختیار نہیں رکھتے اور نہ راستہ معلوم کر سکتے ہیں۔"

- یہ آیات سورۃ النساء کی مدنی آیات میں سے ہیں، جو ہجرت، جہاد اور مظلوموں کی مدد کے احکام بیان کرتی ہیں۔
- آیت 75 مسلمانوں کو مظلوموں (خاص طور پر مکہ کے کمزور مسلمانوں) کی خاطر جہاد پر آمادہ کرتی ہے۔
- آیت 98 ہجرت نہ کر سکنے والے مستضعفین (کمزوروں) کی معذوری بیان کرتی ہے، جو آیت 97 کے تناظر میں گناہ سے بری ہیں۔
- یہ آیات ظلم سے نجات اور اللہ کی مدد کی دعا پر زور دیتی ہیں۔

مستضعفین فی العلم والفکر (فکری کمزور): وہ جو جہالت یا پروپیگنڈہ کی وجہ سے گمراہ ہیں اور حق کو پہچاننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، لیکن دل سے حق کے طلبگار ہوتے ہیں۔ مستضعفین فی العلم والفکر" سے مراد وہ افراد یا گروہ ہیں جو علم، فکر، تحقیق اور تجزیاتی صلاحیت کے لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ یہ اصطلاح قرآن مجید کی آیت

"وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ"

جہاں لفظ "استضعفوا" کو عام طور پر ظلم و ستم کے شکار کمزور لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے، لیکن جدید اسلامی مفکرین نے اسے فکری اور علمی کمزوری کے تناظر میں بھی استعمال کیا ہے۔

معاصر مفکرین خصوصاً **ڈاکٹر علی شریعتی** اور **آیت اللہ مرتضیٰ مطہری** نے اس اصطلاح کو وسعت دی:

علی شریعتی نے اپنی کتاب **"امت و امامت"** مستضعفین فکری کا لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال کیا جو:

- استعماری اور مغربی پروپیگنڈے کے زیر اثر ہیں،
- اپنی تہذیبی، دینی اور تاریخی شناخت سے کٹ چکے ہیں،
- مغز کی غلامی" (استعمارِ فکری) کا شکار ہیں،
- اپنے مفادات اور حقیقت کو بھی صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے،
- اور دوسروں کے دیے ہوئے نعرے اور نظریات دہراتے پھرتے ہیں۔[9]

عصرِ حاضر میں مستضعفین کو درپیش مسائل:

عصرِ حاضر میں مستضعفین (یعنی معاشرے کے کمزور، محروم، پسے ہوئے اور مظلوم طبقات) کو درج ذیل بڑے مسائل کا سامنا ہے:

1. معاشی استحصال اور غربت

آج عالمی سرمایہ داری نظام (Capitalism) اور سود پر مبنی معیشت نے غریب کو غریب تر بنا دیا ہے۔ عالمی بنک کی رپورٹ (2024) کے مطابق دنیا کی 1٪ آبادی کے پاس 45٪ سے زائد دولت جمع ہو چکی ہے۔ سود، قمار، احتکار اور ناجائز ٹیکس غریب کو کھا جاتے ہیں۔

2. ظلمِ سیاسی اور جارحیت

فلسطین میں 75 سال سے جاری صیہونی قبضہ، کشمیر میں بھارتی فوج کا ظلم، شام اور یمن میں جنگجو گروہوں اور بیرونی طاقتوں کی جارحیت مستضعفین کو بے گھر کر رہی ہے۔ 2025 تک فلسطین میں 2.3 ملین افراد داخلی طور پر بے گھر (IDPs) ہو چکے ہیں (UNRWA رپورٹ)۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"جب تک اسلامی حکومت نہ ہو، مستضعفین کا استحصال جاری رہے گا۔"[10]

3. تعلیمی اور صحت کی سہولیات سے محرومی

دیہی پاکستان، بنگلہ دیش، افریقہ اور عرب ممالک کے کئی حصوں میں غریب بچے سکول نہیں جاسکتے۔ پرائیویٹائزیشن نے صحت کو بھی کاروبار بنادیا ہے۔

4. سماجی ناانصافی اور طبقاتی تقسیم

جاگیرداری نظام، خاندانی سیاست، قبائلی رسومات، جنس پرستی، نسل پرستی مستضعفین کو دبائے رکھتی ہیں۔

5. میڈیا اور ثقافتی حملہ

مغربی میڈیا مستضعف قوموں کو "دہشت گرد" اور "پسماندہ" دکھا کر ان کے خلاف عالمی رائے عامہ بناتا ہے۔[11]

شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں حل

شریعت کا نظامِ عدل و احسان مستضعفین کو مرکزی حیثیت دیتا ہے۔ قرآن و سنت اور فقہاء کے اقوال سے درج ذیل حل پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ معاشی انصاف کا قیام

معاشی انصاف سے مراد وہ سماجی اور معاشی نظام ہے جس میں دولت، وسائل، مواقع اور آمدنی کی تقسیم اتنی منصفانہ ہو کہ ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کرنے کا برابر موقع ملے، اور کوئی شخص محض پیدائشی حالات کی وجہ سے مستقل محرومی کا شکار نہ رہے۔ یہ محض امیر اور غریب کے درمیان فاصلے کم کرنے کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا ڈھانچہ قائم کرنا ہے جس میں محنت، قابلیت اور اختراع کو انصاف کے ساتھ اجرت ملے اور معاشرے کا کوئی طبقہ استحصال کا شکار نہ ہو۔

(الف) زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ و مستحبہ

قرآن میں 32 مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ زکوٰۃ کا بنیادی مقصد غریب اور امیر کے درمیان خلیج کو ختم کرنا ہے۔

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"[12]

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ساتھ نیک کام کرتے ہیں، نماز قائم اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ غم زدہ ہوں گے۔"

(ب) سود کا مکمل خاتمہ اور اسلامی بینکاری

سود حرام ہے اور یہ مستضعفین کو مقروض بنا کر غلام بناتا ہے۔

"إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا"[13]

"بے شک تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔"

(ج) بیت المال کا قیام

خلافتِ راشدہ میں بیت المال سے غریب، یتیم، بیوہ، مسافر اور مقروض کو وظیفہ دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"لو كان الفقر رجلاً لقتلته"[14]

3. سیاسی انصاف اور حاکمیتِ اسلامیہ

سیاسی انصاف اسلام کے نظریاتی ڈھانچے میں حاکمیتِ الٰہیہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس حاکمیت کے تحت انسانی قوانین کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے بنایا اور نافذ کیا جاتا ہے، لیکن انصاف کی فراہمی کو ہر حال میں یقینی بنانا ریاست کی ذمہ داری ہے۔
امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں واضح کیا کہ حاکم کا سب سے بڑا فرض رعایا کے حقوق کا تحفظ اور عدل و انصاف قائم کرنا ہے، چاہے اس کے لیے اپنے بیٹے کو بھی سزا دینا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی سیاسی نظام میں قضا اور سیاست کو الگ رکھا گیا تاکہ حاکم کی مرضی قانون پر حاوی نہ ہو سکے۔ جدید دور میں جب مغربی لبرل سیکولر ماڈلز میں طاقت کے ارتکاز اور طبقاتی ناانصافی نے نظام کو کھوکھلا کر دیا، اسلامی حاکمیت کا ماڈل ایک متوازن، ذمہ داری پر مبنی اور اللہ کے سامنے جوابدہ نظام پیش کرتا ہے جس میں سیاسی انصاف محض نعرہ نہیں بلکہ شرعی فریضہ ہے۔[15]

(الف) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

مستضعفین کی آواز بنا فرضِ کفایہ ہے۔

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ "[16]

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔"

(ب) جہاد بالمال و بالنفس

جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ فلسطین، کشمیر اور برما کے مستضعفین کے لیے مالی اور سیاسی جہاد فرض ہے۔ اسلام میں جہاد کی دو بڑی صورتیں ہیں: جہاد بالنفس (جان سے جہاد) اور جہاد بالمال (مال سے جہاد)۔ قرآن مجید نے دونوں کو بارہا لازم قرار دیا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کا لازمی تکملہ قرار دیا ہے۔

"انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ"[17]

"نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی اور راہ رب میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔"

3. تعلیمی اور صحت کے شعبوں میں اصلاح

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تعلیم اور علاج مفت یا کم خرچ فراہم کرے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں بیت الحکمۃ اور شفاخانے مفت تھے۔
مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"حکومت کا پہلا فرض غریبوں کی تعلیم و صحت ہے۔"[18]

4. سماجی عدل

i. وراثت کے احکام پر عمل

ii. نکاح اور طلاق میں آسانی

iii. قبائلی اور جاگیرداری نظام کا خاتمہ

حدیث مبارکہ ہے:

"يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا"[19]

"اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر بھی حرام کر دیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیا ہے، پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔"

یہ حدیث ہمیں اللہ تعالیٰ کی عدل و انصاف کی مکمل تعلیم اور ظلم کے مکمل انکار سے روشناس کراتی ہے۔ اللہ نے نہ صرف اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے بلکہ انسانوں کے درمیان بھی ظلم کو ممنوع قرار دیا، یعنی ایک دوسرے کے مال، جان اور عزت پر ظلم کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس کا مقصد معاشرتی انصاف کو قائم رکھنا اور ہر فرد کو محفوظ رکھنا ہے۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اسلام میں عدل و انصاف کی بنیاد پر معاشرہ قائم کیا جائے، اور ظلم و ستم سے فرد اور معاشرہ دونوں کو بچایا جائے۔ عملی طور پر یہ آیت ہر مسلمان کو یہ تلقین کرتی ہے کہ نہ خود ظلم کرے اور نہ دوسروں کو ظلم کرنے دے، تاکہ معاشرہ پر امن اور منصفانہ ہو۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

"اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ"[20]

"ظلم سے بچو، کیونکہ قیامت کے دن ظلم اندھیروں کی صورت ہو گا۔ اور کنجوسی سے بچو، کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، جس نے انہیں یہ کروا دیا کہ وہ ایک دوسرے کے خون بہائیں اور ایک دوسرے کی حرام چیزوں کو جائز سمجھیں۔"

یہ حدیث انسان کو ظلم اور کنجوسی سے بچنے کی سخت نصیحت کرتی ہے اور ان کے خطرناک نتائج کی نشان دہی کرتی ہے۔ ظلم کو قیامت کے دن اندھیروں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ ظلم کرنے والا انسان نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی بھاری انجام بھگتنے کے لیے تیار رہے گا۔ اسی طرح کنجوسی یا لالچ نے ماضی میں قوموں کو تباہی کی طرف دھکیل دیا، کیونکہ وہ اپنی لالچ کی وجہ سے نہ صرف دوسروں کے حقوق پامال کرتے بلکہ خون بہانے اور حرمتوں کی خلاف ورزی میں بھی ملوث ہوتے۔ اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ عدل و انصاف، سخاوت اور پرہیزگاری معاشرتی سکون اور انسانی بقا کے لیے ضروری ہیں، اور ہر فرد اور معاشرہ کو ان پر عمل پیرا ہونا چاہیے تاکہ ظلم اور لالچ کے منفی اثرات سے محفوظ رہا جا سکے۔

مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے:

"وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ"[21]

"مظلوم کی دعا سے ڈرو، کیونکہ اس دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔"

یہ آیت یا حدیث انسان کو مظلوم کے ساتھ برے سلوک سے خبردار کرتی ہے اور اس کے اثرات کی شدت کو اجاگر کرتی ہے۔ مظلوم کی دعا بہت طاقتور اور مؤثر ہوتی ہے، کیونکہ اللہ کے ساتھ اس کے درمیان کوئی حائل پردہ یا رکاوٹ نہیں ہے۔ یعنی مظلوم کا حق تلف کرنا یا اس پر ظلم کرنا نہ صرف دنیا میں سنگین نتائج کا سبب بن سکتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی ناراضگی اور سزا کا باعث بنتا ہے۔ اس پیغام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عدل و

انصاف اور مظلوم کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے، اور ظلم، استبداد یا کسی کے حقوق کو پامال کرنا نہ صرف اخلاقی برائی ہے بلکہ الٰہی قانون کے مطابق بھی سنگین جرم ہے۔ اس لیے معاشرتی اور انفرادی سطح پر مظلوم کے ساتھ ہمدردی، انصاف اور حفاظت کو ہمیشہ مقدم رکھا جانا چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے:

"انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا"[22]

"اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔"

یہ حدیث انسان کو عدل و انصاف اور اصلاح کی حکمت کی تعلیم دیتی ہے۔ ظالم کی مدد کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے ظلم میں شامل ہو جاؤ، بلکہ اس کا مقصد ظلم کو روکنا اور اصلاح کرنا ہے، تاکہ وہ اپنے عمل سے باز آئے۔ مظلوم کی مدد کرنے کا مطلب اس کے حقوق کی بحالی اور ظلم سے نجات دلانا ہے۔ اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام میں انصاف کا قیام اور مظلوم کی حمایت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، اور برائی کے خلاف فعال کردار اختیار کرنا بھی عبادت اور نیکی کے زمرے میں آتا ہے۔ یوں، یہ اصول فردی اور اجتماعی سطح پر معاشرتی امن اور عدل قائم رکھنے کی بنیاد ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"فَلَا بَأْسَ وَلْيَنْصُرِ الرَّجُلُ أَخَاهُ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، إِنْ كَانَ ظَالِمًا فَلْيَنْهَهُ، فَإِنَّهُ لَهُ نَصْرٌ وَإِنْ كَانَ مَظْلُومًا فَلْيَنْصُرْهُ"[23]

" پس کوئی حرج نہیں، اور آدمی کو چاہیے کہ اپنے بھائی کی مدد کرے، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ اگر وہ ظالم ہو تو اسے روک دے، کیونکہ یہی اس کی مدد ہے، اور اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی حمایت کرے۔"

یہ حدیث انسان کو عدل، اصلاح اور فعال کردار کی تعلیم دیتی ہے۔ ظالم کی مدد کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے ظلم میں شریک ہو جاؤ، بلکہ اس کا مقصد ظلم کو روکنا اور اسے اپنی برائی سے باز رکھنا ہے، کیونکہ ظلم روکنے میں بھی نیکی اور مدد شامل ہے۔ اسی طرح، مظلوم کی مدد کرنا اس کے حقوق کی بحالی اور ظلم سے نجات دلانے کے مترادف ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں انصاف قائم کرنا اور مظلوم کے ساتھ ہمدردی دونوں انسانی فطرت کے مطابق واجب اعمال ہیں۔ فردی اور اجتماعی سطح پر یہ اصول معاشرتی سکون، عدل و انصاف اور انسانی وقار کی حفاظت کی بنیاد ہے۔

مستضعفین کے ساتھ اچھے سلوک کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے:

"عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدًا، وَعَلَى غُلاَمِهِ بُرْدًا، فَقُلْتُ: لَوْ أَخَذْتَ هَذَا فَلَبِسْتَهُ كَانَتْ حُلَّةً، وَأَعْطَيْتَهُ ثَوْبًا آخَرَ، فَقَالَ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ كَلاَمٌ، وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً، فَنِلْتُ مِنْهَا، فَذَكَرَنِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي: أَسَابَبْتَ فُلاَنًا قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: أَفَنِلْتَ مِنْ أُمِّهِ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قُلْتُ عَلَى حِينِ سَاعَتِي: هَذِهِ مِنْ كِبَرِ السِّنِّ؟ قَالَ: نَعَمْ، هُمْ إِخْوَانُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ جَعَلَ اللَّهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلاَ يُكَلِّفُهُ مِنَ العَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ"[24]

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ان (کسی شخص) پر ایک چادر دیکھی اور ان کے غلام پر بھی ویسی ہی چادر تھی۔ میں نے کہا: اگر آپ یہ (اچھی چادر) خود پہن لیتے اور غلام کو دوسرا کپڑا دے دیتے تو یہ (آپ کے لیے) بہتر لباس ہوتا۔ انہوں نے جواب دیا: میرے اور ایک شخص کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی، اور اس کی ماں عجمی (غیر عرب) تھی، تو میں نے اس کی ماں کو برا کہا۔ اس شخص نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے بیان کر دی۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: "کیا تم نے فلاں شخص کو برا کہا؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اس کی ماں کو بھی برا کہا؟" میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک تم میں جاہلیت کی خصلت باقی ہے۔" میں نے پوچھا: کیا اب بھی میرے اندر؟ باوجود اس کے کہ میری عمر زیادہ ہو چکی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت بنایا ہے، تو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو، اسے چاہیے کہ وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے، اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے، اس پر ایسا کام نہ ڈالے جو اس کے بس سے باہر ہو، اور اگر کوئی ایسا کام دے، تو اس کی مدد بھی کرے۔"

یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مستضعفین، غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ عدل، ہمدردی اور شائستہ سلوک کی تعلیم دی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی غلطی کو نبی ﷺ نے نہ صرف فوراً درست کیا بلکہ اس موقع پر انسانی وقار اور مساوات کے اصول بھی واضح کیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ خادم یا ماتحت بھی انسان ہیں اور ان کے حقوق کا احترام ضروری ہے، انہیں وہی کھانا اور لباس دینا چاہیے جو خود استعمال کرتا ہے، اور ان پر ایسا کام نہ ڈالنا چاہیے جو ان کی طاقت سے باہر ہو، بلکہ اگر دیا جائے تو مدد کرنا بھی صاحب اختیار کا فرض ہے۔ یہ واقعہ اسلام میں اخلاقی تربیت، تحمل، عدل اور ہمدردی کی عملی مثال پیش کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ معاشرت میں کمزور اور ماتحت افراد کے ساتھ شائستہ اور منصفانہ سلوک کو ہر مسلمان اپنانے کی ضرورت ہے۔

مستضعفین کے حقوق، ظلم کے خاتمے اور عدل و انصاف کے قیام کے سلسلے میں یہ تمام احادیث اور سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات ہمیں ایک واضح اور جامع پیغام دیتی ہیں۔ یہ تعلیمات یہ بتاتی ہیں کہ اسلام میں مظلوم کی حمایت، ظلم کرنے والے کی اصلاح، اور عدل و انصاف کا قیام ہر مسلمان کی اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے۔ ظالم کے ظلم کو روکنا، مظلوم کو حقوق دلانا، اور ہر طرح کے استبداد اور لالچ سے بچنا فردی اور اجتماعی سطح پر معاشرتی سکون اور انسانی وقار کو یقینی بناتا ہے۔ اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ حقیقی طاقت اور عظمت نہ صرف ظاہری قوت میں بلکہ برداشت، صبر، عدل اور ہمدردی میں ہے، اور یہی اصول ایک مضبوط، منصفانہ اور پرامن معاشرے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

- **نتائج(Conclusions)**

تحقیق اور تجزیے سے یہ واضح ہوا کہ عصر حاضر کے مستضعفین کے مسائل محض معاشی غربت تک محدود نہیں بلکہ یہ سماجی، سیاسی، نفسیاتی، ماحولیاتی اور عقائدی سطح پر بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ گلوبل سرمایہ داری، نوآبادیاتی ڈھانچوں کے باقیات، سود پر مبنی مالیاتی نظام، جنگیں، کرپشن اور فرقہ وارانہ تفرقہ نے مستضعفین کو ایک منظم استحصال (systemic oppression) کا شکار بنا رکھا ہے۔ مسلم معاشروں میں یہ مسائل اس لیے مزید گھرے ہیں کہ امت مسلمہ اپنے وسائل اور صلاحیتوں کے باوجود داخلی انتشار اور بیرونی دباؤ کی وجہ سے مستضعفین کی حقیقی مدد سے قاصر نظر آتی ہے۔

شریعت اسلامی کا نظامِ عدل، زکوٰۃ، وقف، بیت المال، سود کی ممانعت، حقوق العباد کی پاسداری اور اجتماعی ذمہ داری کا تصور نہ صرف ان مسائل کا نظری حل پیش کرتا ہے بلکہ تاریخی طور پر خلافت راشدہ، اموی اور عباسی ادوار میں اس کے کامیاب نفاذ کی مثالیں موجود ہیں۔ آج بھی ملائیشیا، انڈونیشیا، ترکی اور قطر جیسے ممالک میں زکوٰۃ، اسلامی بینکاری اور فلاحی اداروں کے تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کے اصول عصر حاضر میں بھی قابل عمل اور مؤثر ہیں۔ لہٰذا، مستضعفین کے مسائل کا اصل علاج شریعت کی طرف واپسی، اس کے معاشی و سماجی احکام کی جدید تقاضوں کے مطابق از سر نو تطبیق اور امت کے اندر اتحاد و بیداری میں مضمر ہے۔

- **سفارشات (Recommendations)**

1. ریاستی سطح پر

- مسلم ممالک میں زکوٰۃ اور عشر کو لازمی ٹیکس کی طرح نافذ کیا جائے اور اسے جدید آڈٹ شدہ اداروں کے ذریعے جمع و تقسیم کیا جائے۔
- سود پر مبنی بینکوں کے متوازی مکمل اسلامی بینکاری نظام قائم کیا جائے۔
- بیت المال کو بحال کر کے غریب، یتیم، بیواؤں اور مہاجرین کے لیے مستقل فنڈ بنایا جائے۔

2. معاشرتی سطح پر

- مساجد اور دینی مدارس کو مستضعفین کے لیے مفت تعلیم، ہنر سکھانے اور صحت کے مراکز میں تبدیل کیا جائے۔
- وقف کے نئے جدید ماڈلز (جیسے تعلیمی وقف، ہسپتال وقف، زرعی وقف) متعارف کرائے جائیں۔
- نوجوانوں میں رضاکارانہ خدمت (volunteerism) کو فروغ دیا جائے تاکہ وہ مستضعفین کی براہ راست مدد کریں۔

3. عالمی امت کی سطح پر

- او آئی سی کے تحت ایک مشترکہ "مستضعفین فنڈ" قائم کیا جائے جو جنگی متاثرین، مہاجرین اور قدرتی آفات سے متاثرہ افراد کی امداد کرے۔
- مسلم ممالک کے درمیان تجارت کو سود سے پاک اور منصفانہ بنیادوں پر استوار کیا جائے۔

4. فردی سطح پر

- ہر صاحب استطاعت مسلمان سالانہ زکوٰۃ کے علاوہ مستقل صدقات جاریہ کا اہتمام کرے۔
- مظلوم کی آواز کو سوشل میڈیا اور دیگر پلیٹ فارمز پر اٹھانے کو جہاد باللسان کا درجہ دیا جائے۔

5. تعلیمی و فکری سطح پر

- نصاب تعلیم میں مقاصد شریعت اور معاشی انصاف کے موضوعات کو لازمی قرار دیا جائے۔
- مستضعفین کے مسائل پر مستقل ریسرچ انسٹی ٹیوٹس قائم کیے جائیں جو شریعت کے حل کو جدید علوم کے ساتھ ہم آہنگ کریں۔

اگر یہ سفارشات تدریجی اور منظم انداز میں نافذ کی جائیں تو چند عشروں میں مسلم معاشروں سے غربت، جہالت اور استحصال کا خاتمہ ممکن ہے اور مستضعفین کو نہ صرف تحفظ بلکہ قیادت کے قابل بنایا جا سکتا ہے، جیسا کہ قرآن نے وعدہ فرمایا: "وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ"[25] پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بیحد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انھیں کو پیشوا اور (زمین) کا وارث بنائیں۔

حوالہ جات

[1] القرآن:۴:۷۵۔

[2] راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء) ص۵۴۶۔

[3] امام قرطبی، الجامع لأحکام القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، ۱۹۶۷ء) ج۵، ص۳۱۰۔

[4] القرآن:۸:۲۶۔

[5] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن،، ۲۰۲۰ء) ۳/۴۶۷،۴۶۵۔

[6] القرآن:۹:۶۰۔

[7] القرآن:۴:۷۵۔

[8] القرآن:۴:۹۸۔

[9] ڈاکٹر علی شریعتی، کتاب: امت و امامت، باب: "مستضعفین و مستکبرین"، (تہران: دار الشروق بیروت) ۹۸۔

[10] مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن) ۱/۳۳۶۔

[11] ڈاکٹر اسرار احمد، مستضعفین کی فلاح اور اسلامی معاشی نظام (لاہور: مکتبہ مارکازی انجمن خدام القرآن، ۲۰۲۰ء) ۱۱۲، ۱۳۸۔

[12] القرآن:۲:۲۷۷۔

[13] القرآن:۲:۲۷۵۔

[14] علاء الدین علی، کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۵ء) رقم الحدیث: ۱۶۲۱۵۔

[15] امام ابو یوسف، کتاب الخراج (بیروت: دار المعرفہ، ۱۹۷۹ء) ص ۱۴-۱۶۔

[16] القرآن:۳:۱۱۰۔

[17] القرآن:۹:۴۱۔

[18] . اشرف علی، بوستانِ محبت (نور المحبت)۔ (بھارت: مکتبہ اشرفیہ، ۲۰۱۸ء) ۲۱۴۔

[19] مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوری، الصحیح المسلم (بیروت: دار إحياء التراث العربي، س ن) رقم الحدیث: ۲۵۷۷۔

[20] المسلم، الصحیح المسلم، رقم الحدیث: ۲۵۷۸۔

[21] المسلم، الصحیح المسلم، رقم الحدیث: ۱۹۔

[22] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ) رقم الحدیث: ۲۴۴۳۔

[23] المسلم، الصحیح المسلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۴۔

[24] البخاری، الجامع الصحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۰۵۰۔

[25] القرآن:۵:۲۸۔